مصائب اوراُن کا تدارک: قرآن وحدیث کی روشنی میں

منیراحمد خان*
عبیداحمد خان*

ABSTRACT:

Commandment of Allah:

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیرo(الشوریٰ۴۲:۳۰)

(And the calamity which falls on you, because of your bad deeds and the Loard Pardons so many sins) Hazrat Mujaddid Alif sani R.A says: "There are three arts of faith (1) Education (2) Practice and (3) Purity." Firstly if there is knowledge then there would be divine action. There are many kind of anguishes out of them some are warnings which are sent to awake human beings from ignorance, some are blessings which purify the soul of belivers. And some anguishes are disasters for Area and human beings. The purpose of this investigation is the same that human being comes to know commentary related deeds in the light of Quran and Hadith which helps to mitigate accidents calamity and Anguish.

مصیبت کی جمع مصائب ہے جس کے معنی رنج، دکھ، تکلیف، حادثہ، صدمہ، وقتِ مشکل کے ہیں۔

مصائب کی اقسام: مصائب تین طرح کی ہوتی ہیں:

(۱) مصائبِ تہدید = جو تباہی سے قبل تنبیہ کی صورت میں ہوتے ہیں۔

(۲) مصائبِ عذاب = جب نازل ہوتو انسان تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔

(۳) مصائبِ رحمت = جس کے بعد توبہ کی توفیق حاصل ہو۔

۱۔مصائبِ تہدید: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اھلھا بالباسآء والضرآء لعلھم یضرعونo(۱)**

ترجمہ: (کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں نبی بھیجا ہو اور بستی کے لوگوں کو پہلے تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو۔اس خیال سے کہ شاید وہ عاجزی پر اتر آئیں)۔اللہ تعالیٰ کا نظام ہے انبیاء کرامؑ کے ذریعے مخلوق کو ہدایت کا پیغام پہنچایا جاتا

* ایسوسی ایٹ پروفیسر/صدر شعبہ اسلامی کلچر، جامعہ سندھ
* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی　　برقی پتا: samigmk@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۱۵رستمبر۲۰۱۱ء

ہے۔ چاہیں وہ اُسے قبول کریں یا نہ کریں۔ کسی بھی مصیبت سے پہلے نشانی اور تنبیہ کے طور پر تنگی اور سختی میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ یہ تنگی اور سختی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔ یہ تنبیہ بھی کئی کئی مرتبہ دی جاتی ہیں۔ اگر تنبیہ ہی پر بندہ سنبھل جائے اور توبہ کرلے تو وہ مصائب دور کردیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **الا من تاب و ءامن وعمل عملا صالحاً فاولئک یبدلُ اللّٰہ سیاتھم حسنت وکان اللّٰہ غفورا رحیما** o(۲) ترجمہ: (جس نے توبہ کرلی اور ایمان لاکر نیک اعمال کیے سوا ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اللہ بہت معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا اگر انسان تنبیہ سے باز آجائے اور سچی توبہ کرلے۔ اور حضور انورﷺ کی تعلیمات اُس کے عمل میں آجائیں تو پھر رحمتِ خداوندی سے عذاب ٹل جائے گا۔ اُس کی سیاہ کاریاں (جتنی بھی ہوں) سب کی سب نیکیوں میں تبدیل کردی جائیں گی یہ سب اُس معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے کی صفت کے طفیل حاصل ہوگا۔ مندرجہ بالا اول آیت (سورۃ الاعراف آیت ۹۴) کی تفسیر فرماتے ہوئے انوار البیان کے مصنف تحریر فرماتے ہیں: ''جس کسی بستی میں ہم نے نبی بھیجا وہاں کے رہنے والوں کو تنبیہ کرنے کے لیے پکڑا۔ یہ گرفت سختی اور دُکھ و تکلیف کے ذریعہ تھی باساٰء سے سختی اور عام مصائب اور ضراٰء سے جسم و جان کی تکلیف مراد ہے۔ اس کو یہ گرفت اس لیے تھی کہ یہ لوگ کفر و نافرمانی کی زندگی کو چھوڑ دیں اور اپنے خالق و مالک کے سامنے گڑگڑائیں اور عاجزی کریں۔ کفر اور نافرمانیوں سے توبہ کریں'' (۳)۔ عذاب سے قبل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو نبیؑ کے ذریعہ تنبیہ، پھر بھی نہ مانے تو سختی اور تکلیف کے ذریعہ پکڑ کرتا ہے تاکہ بندے سمجھیں۔ جو سمجھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے تو سورۃ الفرقان کی آیت ۷۰ کے مطابق غفور رحیم کی صفت کے طفیل برائیاں نیکیوں میں تبدیل کردی جاتی ہیں اور امن و رحمت کے معاملات جاری ہو جاتے ہیں۔

۲۔ مصائبِ عذاب: لیکن اگر تنبیہ کے باوجود انسان ڈھیٹ بنا رہے۔ کفر، گمراہی اور نافرمانی سے باز نہ آئے اور مسلسل تنبیہ جو اللہ تعالیٰ کے نمائندوں کے ذریعہ یا سختی اور تکلیف کے ذریعہ پہنچتی ہے اگر بندہ اڑا رہے تو پھر سختی اور تکلیف کی تنبیہ عذاب کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون** o(۴) ترجمہ: (پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کردیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو دی گئی تھی خوب خوش ہوگئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے)۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا، تنبیہ کو جب فراموش کردیا جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ عذاب کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور جب پوری بستی گمراہی اور نافرمانی میں مبتلا ہو جائے تو عذاب پوری پوری بستی کو اجاڑ دیتا ہے۔ ارشادِ باری

تعالیٰ ہے: **واذا اردنا ان نهلک قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنها تدميرا** o(۵)
ترجمہ: (اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ (خوشحال) لوگوں کو (فواحش پر) مامور کر دیا وہ نافرمانیاں کرتے رہے پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا۔اور ہم نے انہیں ہلاک کر ڈالا)۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا جب برائیاں اجتماعی صورت میں ظاہر ہوں آسودہ اور خوشحال لوگ علی الاعلان فحاشی اور بے حیائی اور نافرمانی پر اُتر آئیں تو پھر علاقے ،شہر اور ملک پر عذاب کی صورت ظاہر ہوتی ہے۔لیکن اگر کسی بستی میں کچھ نیک صالحین ہوں، جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوں، باعمل ہوں اور لوگوں کو نصیحت بھی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے طفیل بستی کو بھی عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وما كان ربک ليهلک القرى بظلم و اهلها مصلحون** o(۶) ترجمہ: (اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جب کہ وہاں کے باشندے نیکی کرنے والے ہوں اور ظلم سے تباہ کر دے)۔

بستیاں،شہر اور وہاں کے لوگ اکثر نیک صالحین کی برکات سے محفوظ رہتے ہیں۔عذاب سرکشی، نافرمانی اور کثرتِ گناہ کی وجہ سے نازل ہوتا ہے۔مُعذَّب قوم کی رعایا اور امراء میں خوفِ خدا جیسی خوبی ناپید ہو جاتی ہے۔کفر اور نافرمانی عروج پر ہوتی ہے لیکن فی زمانہ ایسے لوگ جو بزرگانِ دین کے مزارات اور بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں صرف دنیا کے خوف سے کہ کہیں ان کی نافرمانی سے دنیا میں کمی نہ آجائے کبھی دنیا اور منصب جانے کا خوف اور کبھی بزرگ کا خوف کہ دنیا کا نقصان نہ ہو جائے اُن کے دل میں نہ اللہ کی محبت ہوتی ہے نہ اللہ والوں کی محبت بلکہ مخلوق کے خوف سے ایسے لوگ بزرگانِ دین کے پاس جاتے ہیں تا کہ صرف فانی دنیا کی فانی لذتوں اور فانی منصبوں کے فیض کو حاصل کر سکیں۔اللہ تعالیٰ اُن کے گمان کے مطابق اور فانی دنیا کے منصب اور دولت دے کر مزید عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اُس منصب پر بیٹھ کر وہ مخلوقِ خدا کی مزید حق تلفی اور دنیا میں مبتلا ہو کر مالکِ حقیقی ربّ العالمین سے دور ہوتے جاتے ہیں۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **اولئک الذين اشتروا الحيوة الدنيا بالاخرة فلا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينصرون** o(۷) ترجمہ: (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی،سو نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مدد ملے گی)۔ایسے لوگ اللہ والوں کے پاس بھی دنیاوی غرض سے جاتے ہیں۔آخرت کا خوف اور رب سے رشتہ استوار کرنے کی فکر ان کی دنیاوی خواہشات کی بنا پر معدوم ہو چکی ہوتی ہے۔اسی لیے چند روزہ فانی دنیا اور دنیاوی لذتوں کے لیے اپنا وقت برباد کرتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **متاعٌ قليل ثم ماوٰهم جهنم و بئس المهاد** o(۸) ترجمہ: (یہ دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے۔پھر (آخرت میں) تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے)۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **فليضحكوا قليلا و ليبكوا كثيرا جزآءً بما كانوا يكسبون** o(۹) ترجمہ: (یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں بہت سا رونا ہو گا)۔

جو مصیبت عذاب کی صورت میں نازل ہوتی ہے اُس کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے ناراض ہوتا ہے تو ناراضی کے سبب اپنی محبت اور اپنی یاد کو اُس کے دل سے مٹا دیتا ہے ایسا شخص عذاب (مصیبت) کی صورت میں کفر بکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ مصیبت میں عاجزی وانکساری کرے، کفریہ کلمات منہ سے نکالتا ہے کہ ''میں ہی رہ گیا تھا'' جیسے الفاظ وغیرہ۔

۳۔ مصائب رحمت: اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی آزمائش درجات کی بلندگی، حجابات کی دوری، کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض مصائب بھیجے جاتے ہیں۔ عذاب اور رحمت کے مصائب کا فرق یہ ہے کہ عذاب کی صورت میں بندے کے دل سے اللہ کی محبت نکال دی جاتی ہے اور رحمت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی محبت برقرار رہتی ہے لیکن وہ بندہ اُس مصیبت پر صبر کرتا ہے، عاجزی انکساری، رونا دھونا، توبہ استغفار میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ان اللّٰہ مع الصّٰبرین o**(۱۰) ترجمہ: (اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔ ان کے صبر کے بدلے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، جو کہ انسان کی زندگی کا مقصد اور اس دنیا میں آنے کا مقصد بھی یہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **فان مع العسر یسرا o ان مع العسر یسرا o**(۱۱) ترجمہ: (مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے)۔

نیک اور صالحین لوگوں کو جو مصیبت پہنچتی ہے جب وہ اُس پر صبر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ صبر کے بدلے آسانی کے ساتھ حجابات دور فرما دیتے ہیں اور اُس بندے کو مزید اپنے قرب میں لے لیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوآ اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذٰلک من عزم الامور o**(۱۲) ترجمہ: (اے (اہل ایمان) تمہارے مال وجان میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تم اہل کتاب اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی دکھ کی باتیں سنو گے۔ تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو بڑی ہمت کے کام ہیں)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **انما اموالکم واولادکم فتنۃ واللّٰہ عندہٗ اجرٌ عظیمo**(۱۳) ترجمہ: (تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے۔ اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے)

جو مصائب رحمت ہوتے ہیں جب وہ کسی بندے پر آتے ہیں تو اُس کے دل میں خوفِ خدا مزید بڑھ جاتا ہے۔ روتا گڑگڑاتا ہے۔ اکثر مثال پیش کی جاتی ہے۔ ماں اپنے بچے کو پاک صاف کرنے کے لیے نہلاتی دھلاتی ہے۔ لیکن بچہ خوب روتا ہے چیختا چلاتا ہے۔ لیکن ماں اس عمل سے باز نہیں آتی ہے جب نہلا دھلا لیتی ہے تو بچہ ہنس رہا ہوتا ہے۔ ماں کا نہلانے دھلانے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جسم پر لگی گندگی دور ہو جائے نہ کہ تکلیف دینا۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ جو ۷۰ ماؤں سے زیادہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے جب دیکھتا ہے کہ قلب پر حجابات زیادہ ہو گئے ہیں تو انہیں دور کرنے کے لیے بعض مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔ اُن مصائب میں مبتلا ہو کر انسان توبہ کرتا ہے، روتا گڑگڑاتا ہے جب سچی توبہ کر لیتا

ہے تو اللہ تعالیٰ حجابات دور کر کے اُس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ یہ مصائب جو آزمائش اور درجات کی بلندی کے لیے بھیجے جاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہوتے ہیں۔اب ہم دیکھیں کہ کون سا عمل دنیاوی زندگی میں کس مصیبت کا سبب بنتا ہے تاکہ مخلوقِ خدا آگاہی حاصل کر کے اُن سے بچے اور آنے والے عذاب سے اپنے کو، اپنی آل اولاد کو اور اپنی قوم کو محفوظ رکھ سکے۔

تزکیہ نفس سے انحراف کا وبال:

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تخلیق جسم اور روح کے ملاپ سے کی۔ جب حضرت آدم کا پتلا بنایا تو اُس میں اپنی روح پھونکی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**فاذا سویتهٗ و نفخت فیه من روحی فقعوا لهٗ سٰجدین** o(۱۴) ترجمہ: (پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں ایک اپنی روح تو گر پڑو اس کے آگے سجدے میں)۔روح کے اندر ایک طاقت ہے جس کو نفس کہتے ہیں۔نفس میں سرکشی اور ملامت دونوں کی صفات ہوتی ہیں۔جب نفس سرکشی کرتا ہے امارکی کی صفت غالب ہوتی ہے اور نفس امارہ کی آوارگی سے طرح طرح کے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی** o(۱۵) ترجمہ: (بے شک نفس زیادہ برائی کی طرف حکم کرنے والا ہے مگر جب میرا رب رحم فرمادے)۔ نفسِ امارہ کی شرارت سے آگاہی دی اور ساتھ میں اس کی صفائی کرنے والے کو بہت بڑی بشارت سنائی۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:**قد افلح من زکھا o وقد خاب من دسھا** o(۱۶) ترجمہ (جس نے (اپنے) نفس (یعنی روح) کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا)۔

اس قدر واضح حکم کہ صرف تزکیہ نفس یعنی صفائی نفس کرنے والے ہی دنیا میں مراد کو پہنچیں گے۔مراد اللہ تعالیٰ کی رضا، محبت اور معرفت کا حصول ہے اور جو لوگ تزکیہ سے دور ہیں اپنے نفس کو خاک آلود ہی رہنے دیتے ہیں ایسے لوگ نامراد ہی رہتے ہیں۔یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا، محبت اور معرفت نصیب نہ ہوگی۔ چنانچہ جن لوگوں نے تزکیہ نفس سے دوری اختیار کی اور نفس کی غلامی اختیار کی حقیقت میں وہ اللہ کا بندہ نہ ہوا بلکہ جس کی پیروی اختیار کرے گا اُسی کا بندہ ہوگا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھوآئھم ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللّٰہ** o(۱۷) ترجمہ: پھر اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو سمجھ لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا، جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی (نفس کی) خواہش کے پیچھے چلے۔ جو جس کی بات مانے گا اُس کا بندہ ہو گا۔اگر نفس کی غلامی اختیار کرے گا، نفس کا بندہ ہوا۔شیطان کی پیروی اختیار کرے گا، شیطان کا بندہ ہوا۔شیطان اُس کا ربّ ہوا۔اور اگر اللہ تعالیٰ کے احکامِ قرآنی پر یقین کے ساتھ عمل پیرا ہوا تو یقیناً پھر وہ اللہ کا بندہ ہوا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**ومن یطع اللّٰہ ورسولهٗ ویخش اللّٰہ ویتقه فاولئک ھم الفآئزون** o(۱۸) ترجمہ: (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری (اطاعت) کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں)۔

تزکیہ نفس کی برکات انسان کو صورتِ اسلام سے حقیقتِ اسلام تک لے جاتی ہیں۔ جب تزکیہ نفس کی برکت سے حجابات دور ہوکر باطن صاف ہو جاتا ہے تو انسان صورتِ ایمان سے حقیقتِ ایمان میں داخل ہوتا ہے۔اس کے برعکس جن لوگوں نے تزکیہ نفس کو چھوڑا۔انہوں نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی اختیار کی اور خواہشاتِ نفس کے بندے ہوئے پھر نفس نے اس دنیا میں ذلت ورسوائی میں مبتلا کیا۔ایسا شخص صرف صورتِ اسلام اور صورتِ ایمان تک ہی محدود رہتا ہے۔دینِ اسلام کے حقائق سے نا آشنا ہی رہتا ہے مادی دنیا کی پرستش شروع کر دیتا ہے۔ مال، حرص، ہوس، بغض، حسد، کینہ جیسے رذائل جو کہ نفسِ امارہ کی خصوصیت ہیں جس کی وجہ سے آپس میں نفرت اور فساد، پیدا ہوتے ہیں۔ایسے لوگ اور ایسی جماعتیں بھی گمراہی کا شکار رہتی ہیں۔ چونکہ یہ لوگ صورتِ اسلام اور ایمان میں ہوتے ہیں نفسِ امارہ وہ وہ ذلت کے کام کرواتا ہے جو ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتے۔ایسے لوگ منافق ہوتے ہیں۔کیونکہ زبانی تو اقرار کرتے ہیں لیکن ان میں عملی طور پر قبول کرنے کی صلاحیت معدوم ہو چکی ہوتی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ومن الناس من یقول امنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین** o(۱۹) ترجمہ: (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے)۔

اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجابات تزکیہ کی برکت سے نہ ہٹائے جائیں تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناکام و نامراد کہلاتا ہے۔ **وقد خاب من دسھا.** اور یہی حجابات نفاق تک لے جا کر منافق بنا دیتے ہیں۔اسی لیے سورۂ ال عمران میں حضور انور ﷺ کا ایک منصب **ویزکیھم** (آپ نفسوں کو پاک کرتے تھے) بیان کیا گیا ہے۔جس سے اعمال میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور روح کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔اور بندہ کا رُخ کاملیت کی طرف مڑ جاتا ہے۔لیکن اگر کسی نے قرآن پاک کے حکم **ویزکیھم** اور حضور انور ﷺ کے طور طریقوں کے خلاف اپنے نفس کی غلامی میں تزکیہ نفس کی طرف توجہ نہ دی تو ایسا شخص نفسِ امارہ کی غلامی میں جکڑا جائے گا اور نفسِ امارہ اور شیطان کا تسلط اُسے گمراہی کی طرف لے جائے گا اور گمراہی شریعت وسنت سے دور کر دے گی۔ اسی لیے ایسے لوگ یا ایسی جماعتیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام **ویزکیھم** اور حضور انور ﷺ کے طریقوں کے خلاف اپنا آئین بنایا خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

سلبی ایمان کے اسباب اور وبال:

جب انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے تو **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ﷺ کا اقرار۔زبان اور قلب (دل) سے کرتا ہے۔جب اقرار اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا کر چکا تو اللہ تعالیٰ اپنی ایک نشانی ''نورِ ایمانی'' قلب کی زینت بنا دیتا ہے۔ یہی وہ قیمتی جوہر ہے جس کی برکت سے انسان اشرف المخلوق بن جاتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم** o(۲۰) ترجمہ: (لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز دیا اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا)۔نورِ ایمانی کا مسکن قلب ہے۔نورِ ایمانی، احکامِ الٰہی اور سنت کی پابندی کی برکت سے پروان چڑھتا ہے۔جس قدر

شریعت پر مُداومت اختیار کرے گا اسی قدر عُلو بڑھے گا اور یہی تقویٰ کہلاتا ہے۔ایسے شخص کو متقی کہتے ہیں۔سورۃ الحجرات کی آیت میں اپنے اپنے ایمان کو جانچنے کا پیمانہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے ایمان کو خود تشخیصی نظام کے تحت جانچ سکتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الرّٰشدون**o(۲۱) ترجمہ:(اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں)۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں ایمان کی صفات اور نشانی بیان کی جا رہی ہے۔جس شخص کے قلب میں نورِ ایمانی ہوگا وہ تین عملوں سے بیزار ہوگا اور نفرت کرے گا۔وہ عمل درج ذیل ہیں:(۱) کفر (۲) گناہ (۳) نافرمانی۔جس شخص کے قلب میں نورِ ایمانی ہوگا وہ قلب کفر کو دیکھ کر بھڑک جائے گا کفریہ اعمال،کفریہ الفاظ،کفریہ تہذیب وغیرہ سے نفرت کرے گا۔دوسری نشانی گناہ کے کاموں سے کراہیت اور نفرت کرے گا جس شخص کے قلب میں ایمان ہوگا وہ کسی بھی گناہ میں ملوث نہیں ہوگا۔گناہِ کبائر مثلاً غیبت،جھوٹ،بہتان،خلافِ شرع باتوں کا سننا،گانا بجانا،ہنسانے کے لیے بیہودہ بات کہنا، دوسروں کو نیکی سے روکنا،ماں باپ کی نافرمانی،لوگوں پر ظلم،کسی کو ناحق مارنا،ستانا یا جرم کرنا،نماز نہ پڑھنا،زنا کرنا،زکوٰۃ نہ دینا،شراب پینا،گالی دینا،سود لینا اور دینا،جنگ میں کفار کے رعب سے بھاگنا،یتیم کا مال کھانا،کم تولنا،رشوت لینا،نامحرم کے پاس تنہا بیٹھنا(۲۲) وغیرہ وغیرہ۔

جو شخص ان گناہوں سے نفرت نہ کرے اُس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔نورِ ایمانی کی تیسری صفت اور نشانی نافرمانی سے کراہیت ہے۔جس شخص میں نورِ ایمانی ہوگا وہ نافرمانی نہ کرے گا جو کچھ بھی احکاماتِ الٰہی اور نبی پاک ﷺ کی تعلیمات ہوں گی اُن پر مِن وعن سرِ تسلیم خم کرے گا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول**o(۲۳) ترجمہ:(مومنوں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو)۔**وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ**o(۲۴) ترجمہ:(اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔) دوسری جگہ ارشاد ہے:**من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ**o(۲۵) ترجمہ:(جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی)۔

تیسری صفتِ ایمان سے معلوم ہوا جس شخص کے قلب میں نورِ ایمانی ہوگا وہ اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کبھی نہیں کرے گا بلکہ نافرمانی سے کراہیت کرے گا۔مندرجہ بالا تین بڑی نشانیاں ایمان کو جانچنے کا پیمانہ ہیں۔ایمان جیسے قیمتی جوہر کو تباہ اور سلب کرنے والی چار نشانیاں بزرگانِ دین نے نقل کی ہیں:(i) غصّہ (ii) شریعت کا مذاق اڑانا (iii) دل آزاری (iv) ناپاکی۔

جب انسان حالتِ غصّہ میں ہوتا ہے تو حفاظت کے فرشتے ہٹ جاتے ہیں اور نفسِ شیطانی کا اُس پر تسلط ہو جاتا ہے۔پھر ہوش کھو بیٹھتا ہے اور عقل سلب ہو جاتی ہے۔نورِ ایمانی قلب سے باہر آ جاتا ہے۔اس حالت میں ایسی ایسی حرکات

سرزد ہوتی ہیں جن سے انسانیت شرما جاتی ہے، قتل وغارت، لڑائی جھگڑا، گالم گلوچ جیسے واقعات سرزد ہوتے ہیں۔اسی لیے بزرگانِ دین نے غصّہ سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ''اور جو بڑے بڑے گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصّہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں۔'' (۲۶) اس آیت مبارکہ میں بھی گناہوں کے ساتھ غصّہ سے بچنے کی تربیت دی گئی ہے۔غصّہ حرام ہے اور حرام کام ہر مسلمان کو منع ہے۔غصّہ صرف خلافِ شرع باتوں پر آنا چاہیے لیکن قابو میں رہتے ہوئے اور دنیا کے معاملہ میں ہرگز ہرگز نہیں آنا چاہیے۔

غصّہ کی پیدائش اسباب اور تدارک:

انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔انسانی جسم چار عناصر پر مشتمل ہے۔آگ، ہوا، پانی، مٹی۔چاروں عناصر کبھی کسی بات کا تقاضہ کرتے ہیں اور کبھی کسی کا۔جب یہ چاروں عناصر اعتدال پر ہوتے ہیں تو انسان کی شخصیت پُرامن اور صحت مند ہوتی ہے۔جب ان کا اعتدال بگڑتا ہے تو انسان میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔غصّہ کی زیادتی بھی بیماری ہے۔جب کسی شخص میں عناصر اربعہ میں سے آگ (گرمی) کا غلبہ ہو تو کھانے پینے میں اعتدال اور ٹھنڈی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ جو عنصر حدِ اعتدال سے تجاوز کر گیا ہو وہ اعتدال پر آجائے۔اسی لیے حضور انور ﷺ نے فرمایا، پیٹ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔حکما اسی لیے طبیعت اور مزاج کے مطابق غذائیں اور ادویہ تجویز فرماتے ہیں۔عناصرِ اربعہ میں (آگ، اور خاک) کے متعلق حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں (۲۷)۔ترجمہ: اور ہر عنصر جو جسم انسانی کا جزو ہے وہ ایک قسم کی خصوصیت کا مقتضی ہے۔مثلاً جزو ناری بلندی اور سرکشی چاہتا ہے اور جزخاکی پستی چاہتا ہے۔

عناصر اربعہ کا اعتدال سے بگڑنا فسادِ محل کا سبب بنتا ہے۔جس قالب (جسم) میں اعتدال پایا جائے گا وہ اسی قدر ذاتِ حق کے ساتھ مناسبت رکھے گا اور خلقِ عظیم سے پیدا ہو جائے گا اور انسانی روح اس اعتدال کی وجہ سے وسطِ جسم میں قرار پائے گی جو کہ ظاہری اور باطنی صحت کا موجب ہوگی۔جس شخص میں غصّہ کی زیادتی ہو اُس میں لازماً عنصر آگ کا غلبہ ہوگا اس کو چاہیے کہ گرم غذاؤں سے پرہیز کرے ٹھنڈی غذائیں اور سبزی اور پھلوں کا استعمال غالب طور پر کرے۔انشاء اللہ تعالیٰ جب یہ عناصر اعتدال پر آجائیں گے تو مزاج میں نرمی آئے گی، دوسری طرف نفسِ امارہ کی سرکشی جو عنصرِ آگ کی زیادتی کی وجہ سے سرکشی پر زیادہ مائل ہوتا ہے قابو میں کرنا آسان ہوگا اور اگر وہ شخص ذکرِ الٰہی کو بھی اختیار کرے تو نفسِ امارہ کی اصلاح اور معتدل غذائیں مل کر انسان کے غصّہ کو آسانی سے قابو کیا جاسکتا ہے۔

علم (علمِ ظاہر اور علمِ باطن) سے دوری اور اُس کا وبال:

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: دین کے تین جز ہیں۔''**علم، عمل اور اخلاص**۔'' بظاہر یہ تین لفظ ہیں مگر حقیقت میں پوری زندگی کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔حضرت مجدّد الف ثانیؒ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں (۲۸)۔ترجمہ: شریعت کے تین جزو ہیں: **علم، عمل** اور اخلاص جب تک یہ تینوں جزو ثابت نہ ہو جائیں اُس وقت تک (حقیقت

میں) شریعت ثابت نہیں ہوتی۔

علم: اس کی دو اقسام ہیں۔(i)۔**علم ظاہر** (ii)۔**علم باطن**۔نائب رسول ﷺ وہ شخص کہلاتا ہے جس کو دونوں وراثت (علم ظاہر اور علم باطن) سے حصّہ ملے۔**علم ظاہر:** علم ظاہر میں ظاہری شریعت سے متعلق، عقائد، عبادات، معاملات وغیرہ پر بحث کی جاتی ہے۔**علم باطن:** انسان کے دوسرے اہم اور حقیقی جز و باطن یعنی روح سے متعلق علم کو کہا جاتا ہے۔جس کی مدد سے انسان کی باطنی اصلاح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق قائم ہوتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کا ایک منصب **ویزکیھم** (آپ نفسوں کو پاک کرتے) فرمایا۔اور جس شخص نے یہ پاکی حاصل کر لی اُس کے بارے میں فرمایا **قد افلح من زکّٰھا** (جس نے (اپنے) نفس (یعنی روح) کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا) اور جس نے علم باطن کو نہیں حاصل کیا صرف علم ظاہر کو حاصل کیا اور باطنی صفائی اور تزکیہ کو حاصل نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے لیے فرمایا **وقد خاب من دسّٰھا** (نامراد ہوا وہ شخص جس نے صفائی نہ کی)۔اس لیے علم ظاہر، باطن پر اثر انداز ہوتا ہے اور علم باطن، ظاہر شریعت پر عمل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے جس کی برکتوں اور باطنی شغل سے حجاباتِ باطن کو دور کیا جاتا ہے۔حجاباتِ باطن کا علم ظاہری شریعت سے حاصل ہوتا ہے اور اُن حجابات کی صفائی باطنی علوم سے کی جاتی ہے۔چنانچہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔

علم دین کا دوسرا جزو"**عمل**" ہے۔حضرت مجدّد الف ثانیؒ عمل کے متعلق فرماتے ہیں، ایک صورتِ ایمان اور اسلام ہوتا ہے اور دوسرا حقیقتِ ایمان اور اسلام ہوتا ہے۔جو شخص صرف ظاہری علوم یعنی علم کا ایک حصّہ حاصل کرتا ہے، وہ صورتِ ایمان اور اسلام میں ہی رہتا ہے۔لیکن جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باطنی علوم کے ذریعہ تزکیہ، تصفیہ اور تجلی روح کی سعادت حاصل ہوتی ہے تو وہ انسان ظاہری ایمان اور اسلام سے حقیقتِ ایمان اور اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں (۲۹)۔ترجمہ: صرف ظاہر اسلام نجات نہیں بخشتا یقینِ کامل کا درجہ جو کہ باطنِ اسلام ہے حاصل کرنا چاہیے، یقین تو کہاں ظن بھی حاصل نہیں ہے، بلکہ وہم کا درجہ بھی نہیں ہے۔

دین کا تیسرا جزو **اخلاص** پر مبنی ہے۔اخلاص کے بھی تین درجے ہیں۔جب سالک ایمان کے پہلے درجہ صورتِ اسلام پر ہوتا ہے تو صرف قولی اخلاص رکھتا ہے۔لیکن جب تزکیہ کی مدد سے حقیقتِ اسلام میں داخل ہوتا ہے قول کے ساتھ قلب بھی ساتھ دیتا ہے اور جب تزکیہ، تصفیہ اور تجلیہ روح حاصل ہو جائے اور نفس، نفسِ مطمئنہ میں تبدیل ہو جائے تو پھر اخلاص میں قول کے ساتھ قلب سے اور قلب کے ساتھ روح بھی شامل ہو جاتی ہے۔پھر سالک کا رواں رواں حقیقی ایمان سے سرشار ہو جاتا ہے اور انسان حقیقی ایمان سے مشرف ہو جاتا ہے۔

دین کے تینوں جزو **علم، عمل** اور **اخلاص** ہی ہیں ان کی تکمیل دینِ اسلام کی تکمیل اور شریعت کی حقیقت حاصل کرنے کے لیے تینوں جزو کا حاصل کرنا ضروری ہے۔علم ظاہر کے ساتھ علم باطن دین کی تکمیل کے لیے لازم ہوئے کیونکہ وہ

صورتِ ایمان سے حقیقتِ ایمان میں اُس وقت تک داخل نہ ہو سکے گا جب تک نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ میں تبدیل نہ کر لے۔اسی لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**یٰایتھا النفس المطمئنۃ o ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ o**(۳۰)۔ ترجمہ:(اے نفسِ مطمئنہ لوٹ چل اپنے پروردگار کی طرف تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی)۔حضرت مجدّد الف ثانیؒ لفظ '**حقیقت**' کی لطیف تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں(۳۱)۔ترجمہ:(شریعت،طریقت،حقیقت۔حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے۔یہ نہیں کہ حقیقت،شریعت سے الگ کوئی چیز ہے۔طریقت سے مراد،حقیقتِ شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔شریعت اور حقیقت سے الگ کوئی اور چیز نہیں ہے۔شریعت کی حقیقت صحیح طور پر حاصل ہونے سے پہلے صرف شریعت کی صورت کا حصول ہوتا ہے اور شریعت کی حقیقت کا حصول،اطمینانِ نفس کے مقام میں ہوتا ہے جب کہ آدمی کو درجۂ ولایت میں رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔درجۂ ولایت میں رسائی اور اطمینانِ نفس حاصل ہونے سے پہلے شریعت کی صورت ہوتی ہے جیسا کہ ایمان کے سلسلے میں بیان ہوا ہے کہ اطمینانِ نفس سے پہلے ایمان کی صورت ہوتی ہے اور اطمینان کے بعد ایمان کی حقیقت حاصل ہو جاتی ہے)۔

ظلم اور اُس کا وبال:

لغت میں ظلم کے معنی:ستم،بے انصافی،بے رحمی،زبردستی اور زیادتی کے ہیں۔جو کہ ایک مخلوق دوسرے کے ساتھ کرے۔لوگوں پر ظلم کرنا یا کسی کو ناحق ستانا کبیرہ گناہ ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**واللّٰہ لا یحب الظالمین o**(۳۲)۔ ترجمہ:(اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا)۔ظلم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رفاقت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ کی دوستی یعنی رحمتِ حق سے محروم ہو جاتا ہے تو نفسِ ظلمانی کے تسلط میں گرفتار ہو جاتا ہے اور نفسِ امارہ کی غلامی میں ایسا شخص مزید گناہوں میں مبتلا ہوتا رہتا ہے جو اُسے جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**ومن یفعل ذٰلک عدوانا و ظلما فسوف نصلیہ ناراط و کان ذٰلک علی اللّٰہ یسیرا o**(۳۳)۔ترجمہ:(اور جو سرکشی اور ظلم سے ایسا کرے گا ہم اس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔اور یہ اللہ کو آسان ہے)۔سرکشی یعنی نفسِ شیطانی کے تسلط اور غلبہ نے بے رحمی کی صفت پیدا کر دی۔ظلم میں اس قدر اندھا ہو جاتا ہے کسی کا حق مارنا جائز سمجھتا ہے بلکہ اپنی عیاری و مکاری پر فخر کرتا ہے لیکن اس ظالم کو نہیں معلوم کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا رہا ہے۔کسی نااہل کو اگر کوئی منصب عطا ہو جائے تو شکر کے بجائے،لوگوں کا حق مارتا ہے کہیں اپنی ذات کے لیے،کہیں اپنی اولاد کے لیے،اور کہیں بے جا سفارش کی وجہ سے اپنے منصب کا غلط استعمال کرتا ہے۔اقتدار اور طاقت میں اندھا ہو جاتا ہے،مسلمانوں،غریبوں،مظلوموں پر ظلم و ستم اور ناانصافی کے پہاڑ توڑ دیتا ہے۔اپنی چرب زبانی،مکاری،اور طاقت کی بدولت ریاست میں فساد برپا کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:**انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولٰئک لھم عذابٌ الیم o**(۳۴)۔ترجمہ:(الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور ملک میں ناحق فساد

پھیلاتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا)۔

ظالموں کو اللہ تعالیٰ مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ایسی ایسی خبیث بیماریوں، آفات، اولاد کا بگڑنا، اولاد کا نافرمان ہونا، مالی مصیبت میں مبتلا ہونا، ناگہانی آفات میں گرفتار رہنا۔وغیرہ وغیرہ۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وان للذین ظلموا عذابا دون ذٰلک ولکن اکثرھم لا یعلمون ٥**(۳۵)۔ترجمہ: (ظالموں کے لیے اس کے سوا اور عذاب بھی ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے)۔ظلم جب اجتماعی صورت اختیار کر لے اور معاشرے میں گھن کی طرح سرایت کر جائے تو پھر پورا معاشرہ اور ملک پر آفات کی صورت میں عذاب نازل ہوتا ہے۔کہیں دشمن کی فوجوں کو بھیج کر ظالموں کو تہہ و بالا کر دیا جاتا ہے۔کہیں آسمانی آفات کی صورت میں اور کہیں زمینی آفات کی صورت میں عذاب نمودار ہوتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وکذالک اخذُ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ط ان اخذہٗ الیم شدید ٥**(۳۶)۔ترجمہ: (تیری پروردگار کی پکڑ ایسی ہی سخت ہے جب وہ بستیوں کو ظلم کرنے کی حالت میں پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور سخت ہے)۔اسی لیے تو آنحضرت ﷺ نے آخری خطبہ میں فرمایا: ''لوگوں میری حیات بخش باتیں سنو!۔۔۔۔۔

۱۔دیکھو ظلم سے دور رہنا۔　۲۔دیکھو ظلم سے بچتے رہنا۔　۳۔دیکھو کسی پر ظلم نہ کرنا۔بے شک کسی مسلمان کا مال لینا حلال نہیں جب تک وہ اپنی مرضی اور خوش دلی سے تمھیں نہ دے۔'' آنحضرت ﷺ نے صرف ظلم سے بچنے کا نہیں فرمایا بلکہ ظلم سے دور رہنے کی بھی ترغیب دی ہے اسی لیے ایسے ظالم لوگوں کی دوستی، یا ایسی جماعت اور گروہ سے بھی دور رہنا ہے اس لیے کہ جب اُن پر عذابِ الٰہی آئے گا تو جو لوگ اُن میں شامل ہوں گے تمام کے تمام لپیٹ میں آجائیں گے۔ ''روایت میں ہے کہ ایک شخص نے کہا ظالم، ظلم کر کے صرف اپنی جان کو مصیبت میں ڈالتا ہے یہ سُن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ نہیں ظالم کے ظلم سے سب کو تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ چڑیا اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کی وجہ سے دُبلی ہو کر مر جاتی ہے''۔مطلب یہ کہ ایک شخص گھر سے باہر دفتر میں یا کہیں پر بھی ظلم کرتا ہے تو اُس کے اہل خانہ اور تعلقات والوں پر بھی اُس کے اثرات وارد ہوتے ہیں اُس کے اردگرد کی ہر چیز متاثر ہوتی ہے۔جب کوئی شخص ظلم کرتا ہے تو ظلم کی سیاہ لہر آسمان کی طرف جاتی ہے اور ایک دوسری لہر اُس ظالم پر ثبت ہو جاتی ہے۔اوپر والی لہر قہر کے اسماء سے ٹکراتی ہے اور دوسری لہر جو اُس شخص پر سبت ہوتی ہے وہ قہر کی لہریں اُس شخص کو قہر میں مبتلا کر دیتی ہیں اور وہ شخص جہاں بھی جاتا ہے اُس کا گھر، بیوی، بچے، دوست یار، علاقہ سب اُس قہر کے اسماء کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ایک حدیث میں ہے، جس شخص پر ظلم کیا جاتا ہے اُس کی بددعا سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ مظلوم اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو جاتا ہے ظلم کی وجہ سے اُس کا دل دکھتا ہے، اور وہ دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ سے انصاف مانگتا ہے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **اتق دعوۃ المظلوم فانھا لیس بینھا وبین اللہ حجاب**(۳۷)۔ترجمہ: (مظلوم کی بددعا سے بچ کیونکہ اللہ اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے)۔ظالم

کی نماز، روزہ، زکوٰۃ کچھ قبول نہیں ہوتی۔ حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے: ''ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو اُسے مفلس سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ نہ ہو مال نہ ہو۔ یہ سُن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میری امت کا (حقیقی) مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز اور روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس حال میں حشر میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی کسی کو تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا (اور چونکہ قیامت کا دِن فیصلے کا دِن ہوگا) اس لیے (اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جس جس کو اس نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی تھی سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی کچھ اس کی نیکیاں اس حقدار کو دی جائیں گی اور کچھ اُس حقدار کو دے دی جائیں گی پھر اگر حقوق کے پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حقداروں کے گناہ اس کے سر ڈال دیے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا'' (مسلم شریف)۔ معلوم ہوا ظلم کی ایک قسم گالی دینا، تہمت لگانا، بے جا مارنا، بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور ناانصافی کہلائے گی بہت سے لوگوں کو اپنی نماز اور روزہ پر فخر ہوگا لیکن ظلم کی بدولت سب ضائع ہو جائیں گے۔

کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے کا وبال:

آج کل دیکھا گیا ہے مسلمانوں میں دشمنوں نے اس قدر نفرت پیدا کر دی ہے، لسانی، مذہبی اور سیاسی طور پر کہ نفرت وبغض میں ایک دوسرے کی جان تک لے لیتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **محمد رسول اللہ والذین معهٗ اشدآء علی الکفار رحمآء بینهم** ہ(۳۸)۔ ترجمہ: (محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل)۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور پاک ﷺ کے امتی کو آپس میں پیار ومحبت کے ساتھ رہنا چاہیے یہی شان ایک امتی کی بیان کی گئی ہے۔ لیکن ہم لوگ اس کے برعکس ہو گئے ہیں آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور دشمنوں کے دوست جبکہ مندرجہ بالا آیت میں کفار کے لیے **اشدآء علی الکفار** (کافروں کے حق میں سخت) سخت ہونا فرمایا ہے۔ جو شخص حضور پاک ﷺ کی نسبت رکھتا ہو، کلمہ پڑھ لیا ہو۔ جس کے سینے میں ایمان ہے وہ آپ کا ہے آپ کو اُس سے محبت کرنی ہے، ہمدردی کرنی ہے۔ کوئی بھی ہو، کہیں کا بھی رہنے والا ہو، بس ایمان ہے تو آپ کا بھائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون** ہ(۳۹)۔ ترجمہ: (مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے)۔

ان قرآنی ہدایت کو اگر کوئی نظرانداز کر کے مذہبی، لسانی اور سیاسی تعصب میں مبتلا ہو کر کسی بھی مسلمان کو جانی نقصان پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس قاتل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈالیں گے صرف یہی نہیں بلکہ وہاں پر سخت ترین سزا بھی ساتھ میں دی جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزآئهٗ جهنم خالدا فیها وغضب**

اللّٰـه عـليه و لعنهٗ و اعدلهٗ عذابا عظيما ٥(۴۰) ترجمہ: (اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا ایسے شخص کے لیے اس نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے)۔اس آیت مبارکہ میں کسی مسلمان کے قاتل کے لیے مندرجہ ذیل سزائیں مقرر کی گئیں ہیں: (۱) دوزخ کا مستحق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔(۲) ساتھ اللہ تعالیٰ شدید غضبناک ہوگا۔(۳) اللہ تعالیٰ کی لعنت بھی ہوگی۔ (۴) اور سخت ترین عذاب میں ڈالا جائے گا۔

دوزخ کا ادنیٰ عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی ان کی وجہ سے اس کا دماغ ہانڈی (پتیلی) کی طرح اُبلے گا وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اُس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس سے کم عذاب ہوگا۔فی زمانہ بہت دکھ اور افسوس ہوتا ہے جب مسلمان ایک دوسرے کو حسد، بغض، کینہ اور نفرت میں جان سے مار ڈالتے ہیں۔ڈکیتی، چوری لوٹ مار، سفلی لسانیات، سیاست، مذہبی منافرت کی وجہ سے بھی اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر ڈالتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کلمہ گو مسلمانوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھے آپس میں محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

بے پردگی اور نامحرموں سے تعلقات کا وبال:

فی زمانہ بے پردگی اور نامحرموں سے تعلقات قائم کرنا فیشن بنتا جا رہا ہے۔گمراہ اور بے دین لوگ سیدھے سادے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے دور کرتے جا رہے ہیں بعض جماعتیں یہود و نصاریٰ کی ایما پر قرآنی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ان کفار کا اندازِ جنگ کچھ اس طرح کا ہے سب سے پہلے مذہب سے نفرت پیدا کراتے ہیں۔پھر مذہبی لوگوں سے اور پھر تعلیماتِ اسلامی کی غلط تاویلات پیش کر کے سیدھے سادے عوام کے عقیدے کو بگاڑتے ہیں یہ سب ضمیر فروشی اور چند ٹکوں کے عوض کرتے ہیں۔جبکہ اسلامی تعلیمات میں (قرآن و حدیث) میں واضح طور پر پردہ اور نامحرم کے بارے میں احکامات موجود ہیں جنہیں کوئی بھی مسلمان پڑھ کر اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰایها النبی قل لازواجک و بنٰتک و نسآء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن ط ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین ٥(۴۱) ترجمہ: (اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دیگر مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے (کہ جب ضرورت پر گھروں سے باہر جانا پڑے تو) اپنے (چہروں) اور اوپر (بھی) چادروں کا حصّہ لٹکا کر (چہروں کے) قریب کر لیا کریں۔اس سے جلد پہچان لی جایا کریں گی تو اُن کو ایذا نہ دی جائے گی)۔

گمراہ طبقہ مسلمانوں کو ورغلانے کے لیے کہتا ہے یہ آیتیں اُس زمانے اور نبی ﷺ کی بیبیوں کے لیے ہیں۔جبکہ نبی ﷺ کی بیبیوں سے کسی بھی امتی کو نکاح منع ہے اور وہ زمانہ آج کے زمانے سے بہت بہتر تھا جبکہ آج کے دور میں برائیاں اس قدر عروج پر ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔اور مندرجہ بالا آیت میں صاف صاف فرمایا: (۱) نبی کی بیبیوں (۲) صاحبزادیوں اور (۳) دیگر مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے۔کہہ کر گمراہ طبقے کی سب مکاریاں ختم کر دی گئیں۔(۴) یعنی آزاد عورتوں

کو حکم دیا گیا ہے کہ خوب اچھی طرح پردے کا اہتمام چہرے پر بڑی چادر (جسے عربی میں جِلباب کہتے ہیں اور اسی کی جمع جلابیب ہے) کا ایک حصّہ چہرے کے قریب کر کے لٹکا لیا کریں۔(۴۲)

حضرت محترم مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مزید اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

i) اول یہ کہ آنحضرت ﷺ کی بیبیوںؓ اور صاحبزادیوںؓ کے ساتھ دیگر مسلمانوں کی عورتوں کو بھی پورا بدن اور چہرا ڈھانک کر نکلنے کے حکم میں شریک فرمایا گیا ہے۔اس سے اُن لوگوں کی خام خیالی کی واضح تردید ہوگئی جو یہ باطل دعویٰ کرتے ہیں کہ پردہ کا حکم صرف آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کے لیے مخصوص تھا۔

ii) دوسری چیز جو اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے وہ یہ کہ پردہ کے لیے چہرہ پر چادر لٹکانے کا حکم دیا گیا ہے۔اس سے اُن تجدّد پسندوں کے دعوے کی بھی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ عورتوں کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم اسلام میں نہیں ہے بلکہ مولویوں نے ایجاد کیا ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی مکاری سے اس آیت سے کس طرح انحراف کی صورت نکالتے ہیں۔

iii) تیسری چیز جو اس آیت سے واضح ہو رہی ہے پردہ کے لیے جلباب استعمال کرنے کا حکم ہے۔عربی زبان میں جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے پہننے کے کپڑوں کے اوپر لپیٹ کر باہر نکلتی ہیں۔

قرآن شریف نے اس آیت بالا میں حکم دیا ہے کہ عورتیں جس طرح جلباب کو جسم پر اور پہنے ہوئے کپڑوں پر لپیٹتی ہیں اسی طرح چہروں پر بھی اس کا ایک حصّہ لٹکا لیا کریں۔اس طرح چادر لپیٹنے کا رواج بعض علاقوں کی عورتوں میں اب تک ہے۔اور برقعہ اسی جلباب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔برقعہ کی نسبت یہ کہنا کہ شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں سراسر جہالت اور گمراہی ہے برقعہ کا ثبوت تو (**یدنین علیهن من جلابیبهن**) سے ہو رہا ہے البتہ فیشنی برقعوں کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ بجائے پردے کے بدنگاہی کا سبب بن گئے ہیں (۴۳)۔آنحضرت ﷺ نے نابینا سے بھی پردہ کا حکم فرمایا: **وعن ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها انها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة اذ اقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله ﷺ احتجبا منه فقلت يا رسول الله اليس هو اعمٰى لا يبصرنا فقال رسول الله ﷺ افعميا وان انتما الستما تبصرانه.** (۴۴) ترجمہ: (ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں اور میمونہؓ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتومؓ (نابینا) سامنے سے آگئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے لگے (چونکہ عبداللہ نابینا تھے اس لیے ہم دونوں نے ان سے پردہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور اسی طرح اپنی جگہ بیٹھی رہیں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہیں ہیں۔اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں (بھی) نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نامحرم عورتوں سے تعلقات تو درکنار عورت کے قریب بھی نہ پھٹکنے کا حکم فرمایا ہے

کیونکہ زنا عورت ہی سے سرزد ہوتا ہے اسی لیے زنا کی بنیاد ہی مندرجہ ذیل آیت سے ختم کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرماتے ہیں: **ولا تقربوا الزنٰی انهٗ کان فاحشة وسآء سبیلا o**(۴۵) ترجمہ: (اور زنا کے بھی پاس نہ جانا کہ وہ بڑی بے حیائی اور بہت ہی بری راہ ہے)۔ مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا انسان کی تباہی کا سبب نامحرم کا قرب ہے یہ قرب ہی زنا بدکاری کی طرف مائل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس نے انسان کی تخلیق فرمائی اور وہی ہماری کمزوریوں کو بہتر جانتا ہے۔ ہم دنیا پر نگاہ ڈال کر دیکھ سکتے ہیں جن ممالک نے پردہ جیسی عظیم نعمت سے دوری اختیار کی اُن قوموں کا کیا حال ہوا۔ پوری پوری قومیں بدکاری، بے حیائی، زنا جیسے وبال میں مبتلا ہو گئیں اور وہاں کی حکومت بھی اس برائی کو ختم نہ کر سکی۔ عاجز آ کر ایسے قانون مجبوراً بنانے پڑے تا کہ زنا اور بدکاری کو قانونی شکل دے دی جائے۔ لیکن ضمیر فروشوں اور ہوس زدوں کو پھر بھی احساس نہیں دل پر ایسے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ دنیا کی جھوٹی شہرت اور چند ٹکوں کے عوض دینِ اسلام کی تعلیم کو بدلنے میں لگے ہوئے ہیں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دینِ اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالیں نہ کہ دینِ اسلام کو اپنی خواہش اور نفس کے تحت بدلنے میں لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان ضمیر فروشوں کے شر سے مسلمان بچیوں، مسلمانوں کے عقائد اور دین اسلام کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

زنا اور بے حیائی کا وبال:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **والذین لا یدعون مع اللّٰه الٰهاً اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللّٰه الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذٰلک یلق اثاما o یضٰعف لهُ العذاب یوم القیٰمة ویخلد فیه مهانا o**(۴۶) ترجمہ: (اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے۔ اور جس جاندار کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریقے (یعنی جہاد اور شریعت کے طریق پر) سے اور بدکاری (زنا) نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام (شرک، قتل، زنا) کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دونا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”زنا کاری سے ڈرو کیونکہ اس میں چھ برائیاں ہیں۔ ۳ دنیا میں اور ۳ آخرت میں، زنا کی وجہ سے دنیا میں تین برائیاں مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔ ۲۔ غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ۳۔ عمر میں برکت کم ہو جاتی ہے۔ اور آخرت کی تین برائیاں مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی۔ ۲۔ سخت حساب۔ ۳۔ آگ میں ہمیشگی۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”زنا کرنے والے قیامت کے روز اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے چہروں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور لوگ ان کی شرمگاہوں کی گندی بدبو سے ان کو پہچان لیں گے اور ان کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جب اس میں داخل ہوں گے تو جہنم کا داروغہ 'مالک' ان کو آگ کا لباس پہنائے گا، اگر یہ لباس کسی بلند پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دیا جائے تو راکھ بن جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا اے دوزخ کے فرشتوں! آگ کی سلاخوں کے ساتھ زانیوں کی آنکھیں نوچ لو کیونکہ یہ انہی آنکھوں کے ساتھ حرام جگہوں کو دیکھتے تھے، ان کے ہاتھ باندھ

دو کیونکہ یہی ہاتھ حرام کی طرف بڑھتے تھے، ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو کیونکہ یہی حرام کی طرف چل کر جاتے تھے۔ اس پر دوزخ کے فرشتے کہیں گے ہاں ہاں! فرشتے ان کے ہاتھ کو زنجیروں اور پاؤں کو بیڑیوں میں جکڑ دیں گے اور ان کی آنکھوں کو آگ کی سلاخوں کے ساتھ نوچ لیں گے۔ وہ پکاریں گے اے دوزخ کے فرشتوں! ہم پر رحم کرو اور ایک لمحہ کے لیے ہم سے عذاب کی تخفیف کرو۔ اس پر فرشتے جواب دیں گے ہم کیونکر تم پر رحم کر سکتے ہیں جبکہ رب العالمین تم پر ناراض ہے۔''

زناکار بدکار بوڑھے پر لعنت

حضور اکرم ﷺ نے بدکار بوڑھے سے متعلق مندرجہ ذیل حدیث بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں: **عن بریدة رضی اللّٰہ عنہٗ ان النبی ﷺ قال: ان السمٰوٰت السبع والارضین السبع تلعن الشیخ الزانی، وان فروج الزناة لیؤذی اھل النار نتن ریحھا.** (۴۷) ترجمہ: (سیدنا بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساتوں آسمان اور ساتوں زمین بوڑھے زانی پر لعنت کرتے ہیں بدکاروں کی شرمگاہوں کی بدبو سے اہل جہنم کو تکلیف پہنچے گی)۔

زنا کی وجہ سے قحط کا وبال آتا ہے

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **وعن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول ما من قوم یظھر فیھم الزنا الا اخذوا بالسنة وما من قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب.** (۴۸) ترجمہ: (حضرت عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے قحط سالی کے ذریعے ان کی گرفت کی جاتی ہے اور جن لوگوں میں رشوتوں کا لین دین عام ہو جاتا ہے اُن لوگوں کی گرفت خوف کے ذریعے کی جاتی ہے)۔

زنا کی وجہ سے نئے نئے امراض کے وبال میں مبتلا ہونا

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: **وعن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال اقبل علینا رسول اللّٰہ ﷺ فقال یا معشر المھاجرین خمس اذا ابتلیتم بھن واعوذ باللّٰہ ان تدرکوھن لم یظھر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بھا الا فشا فیھم الطاعون والا وجاعُ التی لم تکن مضت فی اسلافھم.** (۴۹) ترجمہ: (حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہو جاؤ اور خدا نہ کرے کہ تم مبتلا ہو۔ جب کسی قوم میں کھلم کھلا بے حیائی کے کام ہونے لگیں تو ان میں ضرور طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل پڑیں گی جو اُن کے باپ دادوں میں کبھی نہیں ہوئیں)۔

رشوت اور حرام مال کا وبال:

لغت میں رشوت کے معنی ناجائز نذرانہ کے ہیں رشوت خور، رشوت کھانے والے کو کہتے ہیں اور رشوت ستانی، ناجائز طریقے سے روپیہ حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ برائی معاشرے کی ایک لعنت ہے جس میں بیشمار لوگ اور محکمے ملوث ہیں۔اس برائی کی وجہ سے معاشرے میں ناانصافی کی فضا قائم ہوگئی ہے۔رشوت کی کئی قسم ہیں۔۱۔کسی کام کے لیے ناجائز رقم دے کر غلط کام کروانا۔۲۔کسی جائز کام کے لیے کام کرنے والے کا ناجائز ظلم سے رقم حاصل کرنا۔۳۔ کسی سے کام کروانے کے لیے تحفہ دینا تاکہ وہ مروت میں آکر کام کردے وغیرہ۔ہمارے معاشرے میں رشوت کے نئے نئے طریقہ رائج ہو چکے ہیں۔بعض اوقات بڑی بڑی کمپنیاں اپنا مال بیچنے کے لیے دکان داروں کو زیادہ کمیشن دیتی ہیں اور دوکان دار گھٹیا قسم کا مال زیادہ کمیشن کی لالچ میں جھوٹ بول کر گاہک کو بیچ دیتا ہے یہ بھی رشوت کی ایک قسم ہے۔ طب کا پیشہ بھی اس برائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ملٹی نیشنل اور دوسرے ادارے اپنی ادویہ کے فروغ کے لیے ڈاکٹروں کو کمیشن اور تحائف کی صورت میں رشوت دیتے ہیں۔ پھر ایسے معزز پیشے سے تعلق رکھنے والے حضرات اگرچہ ادویات غیر معیاری ہوں لیکن کمیشن کے لالچ میں مریضوں پر انہی دواؤں کا استعمال کرتے ہیں تاکہ انہیں زیادہ سے زیادہ کمیشن ملے۔ یہ گناہ، دھوکہ اور غداری بھی ہے۔

اسی طرح تعلیمی اداروں میں طلبا وطالبات اکثر زیادہ نمبر حاصل کرنے کے لیے مختلف قسم کے تحائف دیتے رہتے ہیں تاکہ ناجائز طور پر زیادہ نمبر حاصل کرسکیں، ایسی رشوتوں سے اساتذہ کو بچنا چاہیے۔ٹھیکیدار مختلف قسم کے ٹھیکے حاصل کرنے کے لیے حکومتی اداروں یا پرائیوٹ اداروں کے سربراہوں جن کے اختیار میں ٹھیکے ہوتے ہیں ناجائز رقم کی صورت میں رشوت پیش کرکے ایسے ٹھیکے منظور کرواتے ہیں پھر اُس رقم کو واپس لینے کے لیے ٹھیکہ میں بے ایمانی کرتے ہیں اور بھی زیادہ گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔غرض ہمارے معاشرے کے لوگوں میں رشوت جیسی برائی سرایت کرچکی ہے جس سے ہمارا معاشرہ گھن کی طرح تباہ ہورہا ہے۔ رشوت کی ناجائز رقم کے وبال کے بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں(۵۰)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت۔ ''جس شخص پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے وہ دنیا میں کیسے فلاح پا سکتا ہے۔دنیا میں ہر لمحہ پریشان اور مختلف حوادث اور بیماریوں میں مبتلا رہتا ہے''۔

گانا سننا، اور اُس سے لطف اندوزی کا وبال:

گانا، راگ، ترنم سے آواز نکالنا وغیرہ کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں انہی لغویات کے متعلق فرماتے ہیں: **ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولٓئک لھم عذاب مھین ۝** (۵۲) ترجمہ: (انسانوں میں کچھ ایسے بھی

ہیں، جو کلامِ دل فریب خرید کرلاتے ہیں تا کہ اللہ کے راستے سے حکم کے بغیر بھٹکا دے اوراس راستہ کی دعوت کو مذاق میں اڑادے، ایسے لوگوں کے لیے بہت رسوا کن عذاب ہے)۔مندرجہ بالا آیت کے بارے میں حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، جابرؓاور معزز تابعین کی رائے ہے کہ یہ آیت غنا، اور مزامیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ایک دوسری آیت میں انہی لغویات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**واذا مروا باللغو مروا کراما** o(۵۳)ترجمہ:(اور جب ان کو بیہودہ (ناچ گانے) چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوتو بزرگانہ انداز پر گزرتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیتوں میں گانے کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکانے والا کہا اور دوسری آیت میں فرماتے ہیں نیک لوگ ایسی لغویات کے پاس سے گزرجاتے ہیں۔آنحضرتﷺ گانے سے متعلق فرماتے ہیں(۵۴)ترجمہ:(سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے ارشادفرمایا: دوآوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں خوشی کے وقت بانسری بجانا، مصیبت کے وقت چیخنا پکارنا)۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے:**عن جابر بن عبد اللہؓ قال : قال رسول اللہﷺ:الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع.** (۵۵)ترجمہ:(حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا غنا دل میں نفاق کو جنم دیتا ہے، جیسے پانی کھیتی پیدا کرتی ہے)۔

گانا بدتر اور ذلیل کام ہے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(۵۶)۔ترجمہ:(صفوان بن امیہؓ سے روایت ہے کہ عمرو بن قرۃ نے (آپﷺ کے پاس آکر) عرض کیا کہ میں بڑا بدقسمت ہوں کیونکہ میں دف بجانے کے علاوہ کسی دوسرے ذریعہ سے رزق حاصل نہیں کر سکتا۔اس لیے آپؐ مجھے اس بات کی اجازت دے دیجئے کہ میں فحش کلام کے بغیر گالیا کروں۔آپﷺ نے فرمایا میں تمہیں ہرگز ایسے بدتر اور ذلیل کام کی اجازت نہیں دوں گا۔اے خدا کے دشمن تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال اور طیب رزق عطا کیا ہے۔تم نے خود وہ رزق اختیار کیا ہے جس کو اللہ نے تم پر حرام کیا ہے۔اس رزق کی جگہ جو اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال کیا ہے)۔

گانے سے لطف اندوزی کفر کی طرف لے جاتی ہے!

آپﷺ کا ارشاد ہے:**عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہٗ ان النبی اللہﷺ قال : استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر.** (۵۷)ترجمہ:(ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: گانا سننا گناہ کا کام ہے۔اس کے لیے بیٹھنا فسق اور اس سے لطف اندوزی کفر ہے)۔گانے سننے والے کی نمازیں قبول نہیں ہوتی: آپﷺ فرماتے ہیں:**عن ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ ان النبیﷺ سمع رجلا یتغنی من الیل فقال لا صلوۃ لہ لا صلوۃ لہٗ لا صلوۃ لہٗ.** (۵۸)ترجمہ:(ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے ایک رات ایک شخص کے گانے کی

آواز سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی)۔

گانے والوں پر حضور ﷺ کی بددعا

آپ ﷺ فرماتے ہیں: **عن ابی برزہ رضی اللّٰہ عنہُ قال کنا مع رسول اللّٰہ ﷺ فی سفر فسمع رجلین یتعنیان واحدھما یجیب الاٰخر... فقال النبی ﷺ انظر وامن ھما فقالوا فلان وفلان قال: فقال النبی ﷺ اللھم ارکھما رکساً ودعھما الی النار دعا.** (۵۹) ترجمہ: (ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہم نے دو آدمیوں کے گانے کی آواز سنی اور ان میں سے ایک دوسرے کو (اشعار میں) جواب دیتا تھا۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ فلاں فلاں ہیں؟ یہ سُن کر آپ ﷺ نے ان کے لیے بددعا فرمائی کہ اے اللہ ان دونوں کو جہنم میں الٹ دے اور انہیں آگ میں دھکیل دے)۔

میٹھا زہر

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: ''سرور ونغمہ کی طرف رغبت نہ کریں اور اس سے لذت حاصل کرنے پہ فریفتہ نہ ہوں کیونکہ وہ ایسا زہر ہے جس میں شکر یا شہد ملا ہوا ہے۔'' (۶۰) اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو گانے جیسی لعنت سے محفوظ رکھے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، نفسِ امارہ کی آوارگی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

(فحش اور حرام چیزوں اور باتوں کو گانا اور سننا گناہ ہے۔ عام اشعار سننا اور گانا مباح ہے جبکہ اچھے اشعار جیسے حضرت حسان بن ثابتؓ کے نعتیہ اشعار سننا ثواب ہے۔ مدیر)

مرد کو عورت اور عورت کو مرد کی مشابہت اور فیشن کا وبال:

فی زمانہ نفسِ شیطانی یعنی نفسِ امارہ کا اس قدر غلبہ ہے اور غلبہ کی وجہ قرآنی احکام، ویزکیھم (اور نفسوں کو پاک کرنا) سے روگردانی ہے۔ جو لوگ مذہب سے بیزار ہوگئے ہیں اور اپنے نفس کی غلامی میں مست ہو چلے انہوں نے آپ ﷺ کے طور طریقوں سے روگردانی اختیار کی اس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ مردوں نے ایسے ایسے حلیہ اختیار کر لیے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرم آتی ہے۔ بعضوں نے اپنے بال عورتوں کی مانند، لباس کے رنگ عورتوں جیسے اب تو ستارے گوٹے کے کپڑے تک اختیار کر لیے ہیں۔ یہی حال بعض بھٹکی ہوئی خواتین کا ہے۔ نفسِ امارہ کے تسلط نے اتنا ذلیل کیا کہ پہلے پردہ اٹھا، پھر بے حیائی میں مردوں کے لباس زیب تن کر لیے۔ بالوں کا اسٹائل بھی مردانہ، سوٹ مردانہ، جوتے مردانہ، چال مردانہ، زبان مردانہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔ مرد کو زنانہ اور عورت کو مردانہ لباس کا وبال، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: **لعن رسول اللّٰہ ﷺ الرجل یلبس لبسة المرء ة والمرء ة تلبس لبسة الرجل.** (۶۱) ترجمہ: (یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا سا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے)۔

عورت اور مرد کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے کا وبال

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال لعن النبی ﷺ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم. (۶۲) ترجمہ: (حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی اُن مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل وصورت بنا کر ہیجڑے بنیں، اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل وصورت میں مردانہ پن اختیار کریں، اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو)۔

ابرو یعنی بھنویں نچوانے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا وبال

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ: **لعن اللّٰہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلّجات للحسن المغیرات خلق اللّٰہ.** (۶۳) ترجمہ: (یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر وہ جو (ابرو یعنی بھووں کے بال) چُنتی ہیں (تا کہ بھنویں باریک ہو جائیں) اور خدا کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حُسن کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خِلقت کو بدلنے والی ہیں)۔

جھوٹ بولنے کا وبال:

جھوٹ بولنے سے اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **لعنة اللّٰہ علی الکذبین** ο (۶۴) ترجمہ: (جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے)۔

بدعت اختیار کرنے کا وبال:

بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے۔ اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور تابعین وتبع تابعین کے زمانے میں اس کا وجود نہ ہو۔ اور شرع وسنت کی ان چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت (صحابہ، تابعن اور تبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے خواہ اس کا مؤجد کوئی بھی ہو۔ (۶۵) آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے)۔ بدعتی پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے: ترجمہ: ’’تین لوگوں پر میری لعنت ہے، ظالم امیر، علی الاعلان فسق کرنے والا اور بدعتی جو سنت کو منہدم کرنے والا ہے۔‘‘ (۶۶)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے کا وبال:

امر بالمعروف (اللہ تعالیٰ کی اطاعت، نیک بات، شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ بات) کو کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں معروف بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نہی عن المنکر (یعنی معروف کی ضد) وہ چیز جس کو شریعت نے ناپسند کیا ہو اور جس کو حرام اور مکروہ قرار دیا ہو وہ منکرات ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیآء بعض یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر** ο (۶۷) ترجمہ: (اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست

ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں نے منع کرتے ہیں)۔لیکن جولوگ علم ہونے کے باوجود اپنے علم کے ذریعے لوگوں کو نیک بات سے آگاہ نہیں کرتے اللہ اور رسول ﷺ کے پیغامات نہیں پہنچاتے تو ایسے لوگوں کو آنے والے عذاب کا بتایا گیا ہے۔ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کی جماعت کی تعریف کی پھر فرمایا: کچھ لوگوں کا کیا معاملہ ہے؟ اپنے پڑوسیوں کو سمجھداری کی بات نہیں بتاتے، ان کو تعلیم نہیں دیتے، ان کو نصیحت نہیں کرتے، ان کو نیکی کا حکم نہیں دیتے اور برائیوں سے ان کو نہیں روکتے اور کچھ لوگوں کی کیا عادت ہے؟ اپنے پڑوسی سے علم، فقہ اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔اللہ کی قسم وہ ضرور اپنے پڑوسی کو علم فقہ اور نصیحت کی بات بتائیں ان کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور برائیوں سے ان کو روکیں.........ورنہ میں ان کے عذاب میں جلدی کروں گا۔پھر آپ ﷺ منبر سے اتر گئے۔

گناہوں، قصوروں کا تدارک اور حل:

مندرجہ بالا چند اعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی، لعنت اور عذاب جیسے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرۃً کمزور بنایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وخلق الانسان ضعیفا** (اور انسان طبعاً کمزور پیدا ہوا ہے) اگر انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ جلد از جلد اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے اور سچی توبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی، لعنت اور عذاب کو ٹالے۔**اللّٰہ تعالیٰ** جو کہ تمام مخلوق کا مالک وخالق اور پالنے والا ہے۔وہ غفور رحیم معاف کرنے والا بھی ہے اور درگزر کرنے والا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں کو اتنی عظیم خوشخبری پیش کی ہے۔اللہ تعالیٰ رحمانی، رحیمی، عفو درگزر کی صفت کے تحت فرماتے ہیں: **الا من تاب وامن وعملا عملا صالحا فاولٰئک یبدل اللّٰہ سیاٰتھم حسنٰت ط وکان اللّٰہ غفورا رحیما** o (۶۸) ترجمہ: (جس نے توبہ کی اور ایمان لا کر نیک اعمال کیے سوا ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔اللہ بہت معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔مندرجہ بالا آیت میں غفور رحیم کی طرف سے انسانیت کو جو کہ اپنی کمزوری کی بدولت گناہوں میں پھنس گئے ہیں کھلی پیشکش ہے، جو چاہے فائدہ اٹھالے۔اس پیشکش کے تین مراحل ہیں۔جو مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل سچی توبہ۔یعنی آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا سچا وعدہ کرے، اپنے مالک اللہ تعالیٰ سے جو ربّ العالمین ہے۔

دوئم ایمان لانا۔یعنی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور احکامات (قرآن) پر دوبارہ ایمان لائے، اپنی پوری توجہ اللہ تعالیٰ، ربّ العٰلمین کی طرف پھیر لے۔خوفِ خدا دل میں پیدا ہو۔

سوئم اعمالِ صالحہ۔یعنی اب اپنے نفس کی غلامی کو چھوڑ کر، معاشرے کی پیروی کو چھوڑ کر، سیاسی لیڈروں کی پیروی کو چھوڑ کر صرف اور صرف ایک رہنما، ہادی حضور انور ﷺ کی پیروی اختیار کی جائے۔یعنی شریعت وسنت کی پیروی۔

چہارم درجہ میں فرماتے ہیں: ''ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔''

تین مراحل۔۔۔اوّل توبہ۔دوئم ایمان۔سوئم اعمالِ صالحہ (نبی پاک ﷺ کی پیروی) تمام گناہ صرف معاف نہ

ہونگے بلکہ جتنے گناہ ہوں گے اُتنی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ دنیا میں ہے کوئی سخی؟ کوئی نہیں صرف غفور رحیم اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ جس کی طرف سے یہ عظیم پیشکش پیش کی جارہی ہے۔ آیئے توبہ کریں! کہیں ایسا نہ ہو وقت ختم ہو جائے اور ہم اس عظیم پیشکش سے محروم رہ جائیں، قبر میں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ وہاں نہ رشوت چلے گی، نہ دولت، نہ غصّہ، نہ غرور، نہ بیوی، بچے کچھ کام نہ آئیں گے، یہی توبہ، ایمان اور اعمالِ صالح کام آئے گا۔ **استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ** ترجمہ: (میں اللہ پاک سے جو میرا رب ہے اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور اسکی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں)۔ **ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخٰسرین** ترجمہ: (اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ ہمارے مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ فرمائیں گے تو واقعی ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے)۔ **ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار** o ترجمہ: (اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی بہتری دے اور آخرت میں بھی بہتری دے۔ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے)۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے کرتوتوں سے اور بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ غفور رحیم معاف کرنے والا ہے۔ اول مصائب تہدید کے ذریعہ بندے کو تنبیہ کرتا ہے تاکہ بندہ ہوش میں آئے اگر بار بار تنبیہ ہوتی رہے اور وہ غفلت اور گناہ کو نہ چھوڑے تو پھر مصائب عذاب کی صورت میں قوموں، قبیلوں اور انسانوں پر نازل ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات نیک لوگوں کی آزمائش اور حجابات دور کرنے کے لیے بھی تکلیفیں آتی ہیں اس تحقیق میں چند ایسے منتخب اعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف مصائب، عذاب اور لعنت میں مبتلا ہوتا ہے۔

۱۔ تزکیہ نفس سے انحراف کی صورت میں نفسِ امارہ کے تسلط سے آزادی نہیں ملتی تو ایسا شخص شہواتِ دنیا، غصّہ، حرص، ہوس، حسد بخل، انانیت اور تکبر جیسے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ ۲۔ جس شخص میں غصّہ، دل آزاری، شریعت کا مذاق اڑانا اور دائمی ناپاکی کا مرض رہا، اُن میں یہ امراض سلبِ ایمان کا سبب بنتے ہیں۔ ۳۔ جنہوں نے علمِ دین سے غفلت اختیار کی، وہ راہِ ہدایت سے دور چل نکلا ایسا شخص صورتِ اسلام ہی میں رہ جاتا ہے اور حقیقتِ اسلام سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا، محبت اور معرفتِ الٰہی سے بھی محروم رہتا ہے۔ ۴۔ جو شخص لوگوں پر ظلم کرتا ہو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ ۵۔ کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے کا وبال ہمیشہ دوزخ میں رہنا سخت عذاب کے ساتھ ہوگا۔ ۶۔ بے پردگی اور نامحرموں سے تعلقات کا وبال عصمت و عفت کا برباد ہونا، ایمان کا ضائع ہونا، حیا کا اٹھ جانا جو کہ دوزخ کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔ ۷۔ زنا اور بدکاری کا وبال، گناہ اور سخت عذاب میں گرفتاری ہے۔ اس سے چہرے کی رونق کا ختم ہونا، عمر کم ہونا، اللہ تعالیٰ کی ناراضی، سخت حساب اور ہمیشہ آگ میں جلتے رہنا ہے۔ زنا سے قحط کا وبال آتا ہے اور نئے نئے امراض میں مبتلا ہوتا

ہے۔ ۸۔رشوت لینے اور دینے کا وبال اللہ کی لعنت کے ساتھ دوزخ کی آگ کا مستحق ہوتا ہے۔۹۔گانا سننا، لطف اندوزی، کفر، نفاق اور زنا کی طرف لی جاتی ہے۔آپ ﷺ نے اِسے ذلیل کام فرمایا ہے۔ایسے شخص پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔قیامت کے روز پگھلا ہوا سیسہ کانوں میں ڈالا جائے گا۔نماز کا قبول نہ ہونا۔شکلوں کا مسخ ہونا۔اور گانے والوں پر آپ ﷺ نے بددعا فرمائی ہے۔۱۰۔مرد کو عورت اور عورت کو مرد کی مشابہت لعنتِ الٰہی کا مستحق بنادیتی ہے ان کو گھروں سے نکال دینے کا حکم آیا ہے۔آئی برو بنانے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔۱۱۔جھوٹ بولنے کا وبال خدا کی لعنت کا مستحق ہونا ہے۔۱۲۔اہلِ مدینہ کو خوف دلانے والے کو اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام لوگ لعنت کرتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے ادب، حرمت اور آپ ﷺ کے شہر کی عظمت کی وجہ سے ہے۔۱۳۔والدین کی نافرمانی جہنم اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بناتی ہے۔۱۴۔نسبت تبدیل کرنے کا وبال کفر میں مبتلا ہونا اللہ، رسول، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت اور نماز کا قبول نہ ہونا ہے۔۱۵۔صحابہ کو برا بھلا کہنے سے کفر میں مبتلا ہوتا ہے اور لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔۱۶۔زمین پر ناجائز طریقہ سے قبضہ کرنے والے کو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔۱۷۔طاغوتی طاقتوں پر ایمان لانے والوں کو لعنت اور شرک جیسے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔۱۸۔جو لوگ نیکی کی تعلیم نہیں دیتے اور دوسروں کو برائیوں سے نہیں روکتے انہیں آپ ﷺ نے آنے والے عذاب کی خبر دی ہے۔لیکن اگر ایک شخص سچی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ پر یقینِ کامل حاصل کرے اور حضور پاک ﷺ کی پیروی اختیار کرے تو تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی جاتی ہیں۔ یہ سب انسانوں کو حضور پاک ﷺ کے طفیل قرآن جیسی عظیم نعمت ہی سے عطا ہوا۔

''سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کو
لازم جانے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود و سلام نازل ہوں۔''

مراجع وحواشی

(۱) القرآن ۹۴:۷ (۲) القرآن ۷۰:۲۵
(۳) محمد عاشق الٰہی۔انوار البیان۔ج۔۳ صفحہ نمبر ۲۴۔ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ۔ملتان ۱۴۲۴ھ
(۴) القرآن ۴۴:۶ (۵) القرآن ۱۶:۱۷ (۶) القرآن ۱۱۷:۱۱ (۷) القرآن ۸۶:۲
(۸) القرآن ۱۹۷:۳ (۹) القرآن ۸۲:۹ (۱۰) القرآن ۱۵۳:۱ (۱۱) القرآن ۵:۹۴
(۱۲) القرآن ۱۸۶:۳ (۱۳) القرآن ۱۵:۶۴ (۱۴) القرآن ۲۹:۱۵ (۱۵) القرآن ۵۳:۱۲
(۱۶) القرآن ۱۰،۹:۹۱ (۱۷) القرآن ۵۰:۲۸ (۱۸) القرآن ۵۲:۲۴ (۱۹) القرآن ۸:۲
(۲۰) القرآن ۷:۴۹ (۲۱) القرآن ۷:۴۹ (۲۳) القرآن ۵۹:۴ (۲۴) القرآن ۶۴:۴
(۲۵) القرآن ۸۰:۴ (۲۶) القرآن ۳۷:۴۲ (۲۷) حضرت مجدّد الف ثانیؒ۔معارف لدنیہ۔صفحہ نمبر ۶۸۔ادارۂ مجدّدیہ ۱۹۸۴ء
(۲۸) حضرت مجدّد الف ثانیؒ۔مکتوباتِ امام ربّانی۔ج۔۱ صفحہ نمبر ۹۸۔کراچی۔۱۳۳۱ھ (۲۹) ایضاً صفحہ نمبر ۵۸

(۳۰) القرآن ۸۹: ۲۷، ۲۸　(۳۱) حضرت مجدّد الف ثانیؒ۔معارف لدنیہ۔صفحہ نمبر ۴۹۔ادارۂ مجدّدیہ ۱۹۸۴ء　(۳۲) القرآن ۳: ۵۷
(۳۳) القرآن ۴: ۳۰　(۳۴) القرآن ۴۲: ۴۲　(۳۵) القرآن ۵۲: ۴۷　(۳۶) القرآن ۱۱: ۱۰۲
(۳۷) محمد بن اسماعیل بخاری۔صحیح البخاری۔دارابن کثیر۔رقم حدیث: ۲۳۱۶۔جلد: ۲۔صفحہ: ۸۶۴۔بیروت۔۱۹۸۷ء
(۳۸) القرآن ۴۸: ۲۹　(۳۹) القرآن ۴۹: ۱۰　(۴۰) القرآن ۴: ۹۳　(۴۱) القرآن ۳۳: ۵۹
(۴۲) محمد عاشق الٰہی، شرعی پردہ، صفحہ نمبر ۱۳، ۱۲، دارالاشاعت، کراچی　(۴۳) ایضا صفحہ نمبر ۱۵، ۱۳
(۴۴) ابوداؤد سلیمان۔سنن ابی داوٗد۔دارالکتاب العربی۔رقم حدیث: ۴۱۱۴۔جلد: ۴۔صفحہ: ۱۰۹۔بیروت　(۴۵) القرآن ۱۷: ۳۲
(۴۶) القرآن ۲۵: ۶۹، ۶۸　(۴۷) البزار ابوبکر احمد بن عمرو البصری۔مسند البزار۔رقم حدیث: ۴۴۳۱۔جلد: ۲۔صفحہ: ۱۴۱
(۴۸) عبدالرحمٰن بن الکمال جلال الدین سیوطی۔الدرالمنثور۔دارالشکر۔جلد: ۵۔صفحہ: ۲۸۱۔بیروت۔۱۹۹۳ء
(۴۹) محمد بن یزید أبوعبداللہ القزوینی۔سنن ابن ماجہ۔رقم حدیث: ۴۰۱۹۔دارالشکر۔جلد: ۲۔صفحہ: ۱۳۳۲۔بیروت
(۵۰) احمد بن حنبل۔مسند أحمد۔مؤسسۃ الرسالۃ۔رقم حدیث: ۹۰۳۱۔جلد: ۱۵۔صفحہ: ۱۱۔۱۹۹۹ء
(۵۱) احمد بن حنبل۔مسند أحمد۔مؤسسۃ قرطبۃ۔رقم حدیث: ۱۷۸۵۶۔جلد: ۴۔صفحہ: ۲۰۵۔القاہرہ　(۵۲) القرآن ۳۱: ۶
(۵۳) القرآن ۲۵: ۲۷　(۵۴) البزار ابوبکر احمد بن عمرو البصری۔مسند البزار۔رقم حدیث: ۵۱۳۷۔جلد: ۲۔صفحہ: ۳۶۳
(۵۵) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی۔شعب الایمان۔دارالکتب العلمیۃ۔رقم حدیث: ۵۱۰۰۔جلد: ۴۔صفحہ: ۲۷۹۔بیروت
(۵۶) سنن ابن ماجہ۔محولہ بالا۔جلد: ۲۔صفحہ: ۱۷۸۔رقم حدیث: ۲۶۱۳
(۵۷) نیل الاوطار من أحادیث سید الاخبار شرح منتقی الاخبار۔محمد بن علی بن محمد الشوکانی۔جلد: ۸۔صفحہ: ۱۷۹۔ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ
(۵۸) محمد بن علی الشوکانی۔نیل الاوطار۔احیاء التراث العربی۔جلد: ۸۔صفحہ: ۱۱۳۔بیروت
(۵۹) احمد بن علی المثنی أبویعلی الموصلی التمیمی۔مسند أبی یعلی۔دارالمأمون للتراث۔رقم حدیث: ۷۴۳۶۔جلد: ۱۳۔صفحہ: ۳۵۲۔دمشق۔۱۹۸۴ء
(۶۰) حضرت مجدّد الف ثانیؒ۔مکتوباتِ امام ربّانی۔مکتوب ۳۴\۳
(۶۱) ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی۔سنن أبی داوٗد۔جلد: ۲۔صفحہ: ۲۱۲۔ایچ ایم سعید۔کراچی۔۱۹۶۱ء
(۶۲) محمد بن اسماعیل۔صحیح البخاری۔دارطوق النجاۃ۔رقم حدیث: ۵۸۸۶۔جلد: ۱۵۔صفحہ: ۸۔بیروت
(۶۳) محمد بن اسماعیل۔صحیح البخاری۔دارطوق النجاۃ۔رقم حدیث: ۴۸۸۶۔جلد: ۱۲۔صفحہ: ۱۸۷۔بیروت　(۶۴) القرآن ۲: ۶۱
(۶۵) زوار حسین شاہؒ۔عمدۃ الفقہ۔صفحہ نمبر ۷۱، ۷۰۔ادارۂ مجدّدیہ۔کراچی ۱۹۸۱ء
(۶۶) جلال الدین سیوطی۔جامع الاحادیث۔جلد: ۱۱۔صفحہ: ۴۹۴　(۶۷) القرآن ۹: ۷۱　(۶۸) القرآن ۲۵: ۷۰